نظرات

یہ امر باعث مسرت و اطمینان ہے کہ وزیر اعظم اندرا گاندھی کو جب کبھی موقع ملتا ہے اسلام پر بڑی شاندار، معنی خیز اور وقیع و توجہ طلب تقریر کرتی ہیں، چنانچہ دسمبر ۱۹۸۰ء میں نئی دہلی میں اسلام کی پندرہویں صدی تقریبات کے سلسلہ میں ایک بین الاقوامی کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے جو خطبہ انگریزی میں اور اس کے بعد دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صدسالہ (مارچ ۱۹۸۱ء) کے موقع پر جو خطبۂ افتتاحیہ اردو میں پڑھا تھا، یہ دونوں خطبے اس درجہ شاندار تھے کہ عالم اسلام میں ان کی دھوم مچ گئی تھی اور اسلامی پریس نے مدح و ستائش کے عنوانات سے اس کی اشاعت نمایاں طریقہ پر کی تھی۔

وزیر اعظم کو ایسا ہی ایک موقع پھر اس وقت ملا جب کہ ۲۴ راگست ۱۹۸۳ء کو نئی دہلی میں انھوں نے پندرہ کروڑ روپے کی لاگت سے تعمیر ہونے والے ایک ہندوستانی اسلامی ثقافتی مرکز کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر وزیر اعظم اندرا گاندھی نے حسب معمول ایک بلیغ تقریر کی اور اس میں پہلے اکھنڈ بھارت کے ان علم برداروں کی تردید کرتے ہوئے جو کہتے ہیں کہ اسلام ہندوستان کا مذہب نہیں ہے اور مسلمان اس ملک کے شہری نہیں ہیں، وزیر اعظم نے بڑی قوت سے کہا کہ اسلام ایک ہزار برس سے ہندوستان کی تاریخ کا ایک جزو لاینفک ہے اور دونوں کا رشتہ اٹوٹ ہے،

اس کے بعد وزیراعظم نے اس لین دین کا ذکر کیا ہے جو ان کے بقول اسلام اور ہندوستان کے درمیان ہوا ہے، اگرچہ محترمہ نے اس مفروضہ کی زیادہ وضاحت نہیں کی اور اس موقع پر اس کی ضرورت تھی بھی نہیں، تاہم اس سے اشارہ اس تاریخی حقیقت کی طرف تھا کہ اسلام نے چین پراکرت کے اس ملک کو معنوی اور صوری، روحانی اور مادی طور پر بنانے، سنوارنے اور متحد و مستحکم کرنے میں جو نہایت اہم رول ادا کیا ہے وہ تاریخ کے ایسے تابندہ و روشن نقوش ہیں جن کا اعتراف ناگزیر ہے، اسلام نے اس ملک کی پرانی تہذیب اور سماجی قدروں کو اس درجہ متاثر کیا کہ اس پوری مدت میں سماج اور مذہب میں اصلاح کی غرض سے جو تحریکیں پیدا ہوئی ہیں ان کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ ان پر اسلامی تعلیمات کا اثر ہے اور خود ڈاکٹر تاراچند جنھوں نے

Influence of Islam on Indian Culture

جیسی معرکۃ الآرا کتاب لکھی ہے اور ان جیسے دوسرے روشن خیال ہندو مؤرخین نے کھلے دل سے اس کا اعتراف کیا ہے، اسلام نے اس ملک کو ہزاروں صوفیا اور مشائخ دئے جن کی خانقاہیں درد مند اور مصیبت زدہ انسانوں کے لئے داروئے تسکین و تسلی مہیا کرتی تھیں اور جن کے انفاس قدسیہ دلوں میں خدا کی یاد اور خلق خدا پر شفقت و رحمت کے جذبہ کی لہر رواں دواں کردیتے تھے، اور ہزاروں دانشور اور اصحاب کمال و فن دئے جن کی صنعت گری اور ہنرمندی کا نمونہ تاج محل اور وہ عمارتیں ہیں جو ملک میں پھیلی ہوئی ہیں اور زبان حال سے گویا ہیں:

تلک آثارنا تدل علینا
فانظروا بعدنا الی الآثار

پھر مسلمانوں نے اس ملک کو گل و گلزار کس طرح بنایا اس کی داستان خود جہانگیر کی زبان تزک جہانگیری میں سنئے، یہ داستان دلچسپ بھی ہے اور ولولہ انگیز بھی۔

یہ ان احسانات کا تذکرہ تھا جو اسلام نے ہندستان پر کیے ہیں۔ اب وہ چیزیں جو ہندوستان نے اسلام (صحیح: مسلمانوں) کو دی ہیں، وزیر اعظم نے ان سب کے مجموعہ کا نام "ہندوستانیت" رکھا ہے، مقصد یہ ہے کہ مسلمان اس ملک میں اجنبی کی حیثیت میں آئے لیکن یہاں کی آب و ہوا، فضا اور ماحول اس درجہ مرغوب اور پسندیدہ خاطر ہوئے کہ مسلمان یہیں رہ پڑے اور اس ملک کی بود و باش اس طرح اختیار کرلی کہ جن ملکوں سے آئے تھے ان سے ان لوگوں کا کوئی تعلق باقی نہیں رہا اور وہ زبان، کلچر، اور عادات و رسوم کے اعتبار سے "ہندوستانی" ہوگئے، یہ "ہندوستانیت" کسی ایک خاص قوم یا ملت کا ورثہ نہیں ہے، بلکہ ہندوستان میں رہنے والے تمام ارباب مذاہب و ملل کا ایک مشترک سرمایہ اور اثاثہ ہے اور اس بنا پر اس ملک کے لوگوں میں رنگ و نسل اور مذہب و ملت کے اختلافات کے باوجود unity in diversity پیدا ہوئی جو اس ملک کا نشان امتیاز ہے اور جس کی قدر ہم سب کو کرنی چاہیئے۔"

وزیر اعظم نے یہ جو کچھ فرمایا اس کی صداقت میں کیا کلام ہو سکتا ہے، لیکن آخر میں انھوں نے اس بات پر سخت افسوس کا اظہار کیا ہے کہ مسلمانوں میں آخر کار "بنیاد پرستی" پیدا ہوئی اور اس نے اس ملک کے مشترکہ سرمایہ (Unity) کو برباد کر دیا۔ اگرچہ وزیر اعظم کے نزدیک اس جرم کے مرتکب تنہا مسلمان نہیں،

بلکہ اور لوگ بھی ہیں، تاہم اس سلسلہ میں ہم دو باتیں گذارش کرنا ضروری سمجھتے ہیں،

(۱) اولاً یہ کہ لفظ "بنیاد پرستی" اگر fundamentalism کا ترجمہ ہے تو یہ درست نہیں، اگرچہ اب عام طور پر اس لفظ کا استعمال اس معنی میں کیا جاتا ہے، ہماری رائے میں اس لفظ کا صحیح ترجمہ ہوگا "اصول کی سخت پابندی" یا "مذہبی کٹرپن" اور اس معنی کے اعتبار سے fundamentalism مذموم اور ناپسندیدہ صفت نہیں بلکہ محمود اور مطلوب ہے، کیونکہ کسی شخص کے مذہبی ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں، اگر وہ اپنے مذہب کے اصول وضوابط پر سختی سے کاربند نہیں ہے۔

---

(۲) ثانیاً یہ کہ جی ہاں! اس ملک کا سرمایۂ وحدت قومی برباد ہوا، لیکن fundamentalism کے ہاتھوں نہیں، بلکہ جیسا کہ ڈاکٹر سید محمود مرحوم نے اپنی انگریزی کتاب (Hindu Muslim Unity) میں بڑی وضاحت سے اور مدلل بیان کیا ہے: اس بربادی کی ذمہ دار وہ تحریک احیائیت (Revivalism) ہے جو انگریزوں کے زیر اثر برادران وطن میں پیدا ہوئی۔ اگر اس تحریک کا مقصد مذہب کا احیاء اور اس کی تجدید و اصلاح ہوتا تو یہ تحریک بہت مفید ہوتی، لیکن اس تحریک کی غرض وغایت خالص سیاسی تھی اور مذہب کو اس کے لئے آلۂ کار بنایا گیا تھا۔ اس کا ردعمل مسلمانوں پر ہوا۔ سرسید احمد خاں نے اپنی سیاست کا رخ بدل دیا اور مسلمانوں میں ایسی تحریکیں پیدا ہوئیں جن کا مقصد سیاسی تھا لیکن یہاں بھی مذہب کو بحیثیت ایک حربہ کے استعمال کیا گیا تھا۔ آج ملک میں جو صورت حال ہے وہ ہندو اور مسلمانوں کی اسی قدیم فرقہ وارانہ سیاست

کا نتیجہ ہے، مذہب کا ہرگز اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، اگر اس کا تعلق مذہب سے ہوتا تو آج حکومت ہند کے تعلقات عرب اور دوسری مسلم حکومتوں سے دوستانہ اور خوشگوار نہ ہوتے، یہ وہ نکتہ ہے کہ اگر حکومت اور برادرانِ وطن کے ذہن نشین ہو جائے تو ملک کو بہت سی مصیبتوں سے نجات مل جائے۔

افسوس ہے مدیر برہان کی علالت و ناسازئ طبع کے باعث "مفتی صاحب کی کہانی میری زبانی" کی دوسری قسط اس مرتبہ شریکِ اشاعت نہ ہوسکی۔

تصحیح

گذشتہ ماہ کے شمارہ میں صفحہ اول پر جلد ۹۴ اور شمارہ ۱۶ درج ہوگیا ہے اور انگریزی مہینہ کا اندراج ہونے سے رہ گیا ہے۔ صحیح اس طرح ہے:

جلد ۹۳ شمارہ ۲ اور اگست ۱۹۸۴ء

براہ کرم اس کی تصحیح کرلیں۔

عمید الرحمٰن عثمانی
مینیجر برہان